© rasailojaraid.com

مکاتیب

(۱)

بخدمت حضرت مولانا زاہدالراشدی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

الشریعہ کے اکتوبر ۲۰۱۱ کے شمارے میں ''توہین رسالت کی سزا پر جاری مباحثہ ۔ چند گزارشات'' کے عنوان کے تحت آپ نے مجلّہ صفدر شمارہ ٦ میں شائع شدہ میرے تبصرے پر بھی کچھ اظہار خیال کیا ہے، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ کم از کم میرے مضمون کو بالکل نہیں سمجھ پائے۔

''توہین رسالت کا مسئلہ'' کے نام سے عمار خان صاحب نے ایک کتاب لکھی جس میں انھوں نے اپنا موقف یہ ظاہر کیا کہ توہین رسالت کے جاری کردہ قانون کو جو کہ سزائے موت ہے، جب ذمی پر منطبق کریں تو وہ قانون فقہ اسلامی سے مطابقت نہیں رکھتا اور حکمت و مصلحت کے بھی خلاف ہے، کیونکہ قتل ایک تو انتہائی درجے کی سزا ہے جو صرف اس وقت لاگو ہوسکتی ہے جب توہین رسالت کا مرتکب ذمی اس سے کسی طرح باز نہ آئے اور اعلانیہ اس کو اپنی روش بنالے اور اس کی وجہ سے پورے ملک میں ہلچل مچ جائے۔ جب تک ذمی اس انتہا کو نہ پہنچے، اس کی سزا کے بارے میں فقہاے اسلام کے مابین اختلاف رائے ہے۔ جمہور فقہا کہتے ہیں کہ اس جرم کی سزا ہر حال میں یہ ہے کہ مجرم کو قتل کیا جائے، جبکہ علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق فقہاے احناف کا رجحان یہ ہے کہ عام حالات میں اس جرم پر سزائے موت دینے کے بجائے ایسی تعزیری سزا پر اکتفا کیا جائے جو مجرم کو آئندہ اس جرم کے ارتکاب سے روکنے میں موثر ہو۔

اپنے تبصرے میں، میں نے عمار خان صاحب کے نقلی وعقلی استدلال کا رد کیا اور واضح کیا کہ گستاخ ذمی کے بارے میں فقہاے احناف کا موقف بیان کرنے میں علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ کو ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارت سے مغالطہ لگا ہے اور یہ کہ فقہاے احناف کا وہ موقف نہیں ہے جو عمار خان صاحب نے سمجھا ہے، بلکہ حنفیہ میں سے امام محمد رحمہ اللہ اور متاخرین کا موقف یہ ہے کہ ذمی اگر توہین رسالت کرے تو اس کی سزائے موت دو میں سے صرف ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے، یعنی توہین یا تو اعلانیہ کی ہو یا خفیہ کی ہو تو وہ ایک دفعہ کے تکرار کے ساتھ پھر ہو۔ علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ کی دوسرے مقام پر بعض عبارات سے بھی ہماری اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً ردالمحتار میں ہے:

قولہ (وسب النبی) ای اذا لم یعلن فلو اعلن بشتمہ او اعتادہ قتل ولو امراۃ وبہ یفتی (ج٦ص٣٣٤)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قولہ (وبہ افتی شیخنا) ای بالقتل تعزیرا کما قدمناہ عنہ وینبغی تقییدہ بما اذا ظھر انہ معتادہ کما قیدہ بہ فی المعروضات او بما اذا اعلن بہ کما یاتی (ج۶ص ۳۳۴،طبع دارالمعرفہ بیروت)

اپنے تبصرے کے شروع ہی میں، میں نے واضح کر دیا تھا کہ:

''ذمی یعنی مسلمان ملک کا کافر شہری اگر توہین رسالت کا ارتکاب کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ عمار خان صاحب نے اسی سے متعلق یہ کتاب لکھی ہے۔ اگر کوئی مسلمان توہین رسالت کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس سوال سے متعلق انھوں نے اس کتاب میں کوئی بحث نہیں کی۔''

حاصل یہ ہے کہ عمار خان صاحب نے ذمی کے توہین رسالت کرنے پر اپنی کتاب لکھ کر شائع کی اور میرا تبصرہ اسی کتاب پر تھا، اس لیے میرا تبصرہ بھی ذمی سے متعلق ہے۔ مسلمان توہین رسالت کا ارتکاب کرے تو اس میں مجھے علامہ شامی رحمہ اللہ کے موقف سے اتفاق ہے، لیکن مسلمان کے مسئلہ سے نہ تو عمار خان صاحب نے تعرض کیا ہے اور نہ ہی میں نے کیا ہے، لیکن جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب، آپ نے اکتوبر ۲۰۱۱ء کے الشریعہ میں جو اپنی چند گزارشات لکھی ہیں، وہ صرف اور صرف توہین رسالت کرنے والے مسلمان سے متعلق ہیں۔ مثلاً آپ نے لکھا ہے:

''پہلی گزارش یہ ہے کہ مسلمان کہلانے والے لعین شاتم رسول کے لیے توبہ کی گنجائش کے مسئلہ پر علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے اب سے پونے دو سو برس قبل خلافت عثمانیہ کے دور میں یہ موقف اختیار کیا تھا.... '' الخ

پھر مسلمان شاتم ہی کے بارے میں آپ نے تائید کے طور پر لکھا:

''۱۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کتاب الخراج ص ۱۸۲ میں لکھا ہے کہ جو مسلمان جناب رسول اکرم کی شان اقدس میں گستاخی کرے..... ۲۔ اسی طرح امام طحاوی نے بھی مختصر الطحاوی ص ۲۶۲ میں یہی موقف بیان کیا ہے کہ ہمارے نزدیک ایسا شخص مرتد ہے..... الخ (اور مرتد وہی ہوتا ہے جو پہلے مسلمان ہو۔ عبدالواحد) ۳۔ امام ابن قیم نے زاد المعاد ج ۵ ص ۶۰ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی موقف ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ: ایما مسلم سب اللہ ورسولہ .... (یعنی جو مسلمان اللہ اور اس کے رسول کو سب وشتم کرے۔''

آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے اپنے مضمون ''تنبیہ الولاۃ والحکام'' میں مسلمان شاتم رسول کے لیے علیحدہ فصل قائم کی ہے اور ذمی شاتم رسول کے لیے مستقل علیحدہ فصل قائم کی ہے۔

امید ہے کہ آپ اپنی گزارشات پر نظر ثانی کریں گے۔

نوٹ: آپ ہمارے قابل احترام بزرگ ہیں اور آپ اس بات کو بخوبی جانتے ہوں گے کہ دین ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ تم دیکھو، دین کی بات کس سے لے رہے ہو۔ اسی طرح یہ تعلیم بھی دیتا ہے کہ جو شخص نااہل ہو، خواہ وہ عام آدمی ہو یا پروفیسر ہو یا کم علم یا ناقص علم عالم ہو، وہ اگر قرآن پاک کے بارے میں کچھ کہے اور اتفاق سے وہ بات درست ہو، تب بھی اس نے غلطی کی۔ ہاں یہ بات ہے کہ اگر کسی کو کوئی اشکال پیش آتا ہے تو اس کا حل بتانا علماء سے مطلوب ہے۔ اس کے باوجود آپ شرعی احکام میں اور قرآن وحدیث کے بارے میں آزادانہ بحث ومباحثہ کے حق میں ہیں جس میں اس کی کوئی تمیز نہیں کہ رائے دینے والا واقعہ اہل ہے یا نہیں اور اس کا تو ہم آپ سے مطالبہ ہی نہیں کرتے کہ آپ بتائیں

© rasailojaraid.com